منٹو شناسی کی روایت میں جامعات کا کردار

ڈاکٹر طاہر عباس[1]

Abstract

Saadat Hassan Manto is both a famous and a notorious short story writer in Urdu fiction. He is first known writer in Urdu fiction who draws lines in realistic and in black comedy frame. His presentation of sex in nude aspects of life made him unacceptable in his era in society. The Manto hattering chain is stepping forward continuously & continually till the time when we see into the research field, although some research work is being done or initiated at Master's, M.Phil or PhD levels but we found less work made on Manto which can presented as standard work. In this article author tries to highlight in denote the flows in research work made on Manto.

کلیدی الفاظ: **منٹو، منٹو شناسی کی روایت، جامعات میں منٹو شناسی**

یہ ایک بدیہی امر ہے جس کی سچائی سے انکار کسی طور پر بھی ممکن نہیں کہ پاکستان یا ہندوستان کی جامعات میں اپنی وفات کے بیس برس بعد تک سعادت حسن منٹو (پی ایچ ڈی کی سطح پر) موضوعِ تحقیق نہیں بن سکا۔ اس کی وجہ جو بھی ہو، جامعات کے شعبہ ہائے اُردو میں مذہب پسند محققین اور ادباء کا غلبہ، مجموعی طور پر اُردو فکشن کی تحقیق اور تنقید سے محققین اور ناقدین کی بے اعتنائی یا پھر منٹو کے اندر کی وہ کڑواہٹ جسے برداشت کرنے کے لیے ایک خاص وضع کا ظرف درکار تھا۔ پاکستان میں سعادت حسن منٹو کی وفات کے وقت تین جامعات میں اُردو کے شعبے کھل چکے تھے۔ ان شعبوں میں تحقیق کی جو دنیا آباد تھی، اس میں زیادہ تر شعری متون کی تدوین یا پھر قدیم شعراء اور تذکرہ نگاروں کے احوال و آثار کی 'ترتیب' کی طرف زیادہ توجہ دی گئی۔ اُردو نثر کے اُس خاص حصے کی طرف جسے ہم فکشن کے نام سے موسوم کرتے ہیں، توجہ کی بھی گئی تو یہاں بھی

---

1 اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ ڈگری کالج، فاضل پور

زیادہ سے زیادہ فورٹ ولیم کالج کے متون کی تدوین کی اِکا دُکا مثالیں ہی ملتی ہیں۔ جامعات سے منسلک اُردو کے اساتذہ نے زیادہ تر اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو 'باغ و بہار'، 'فسانہء عجائب' کے مباحث کی نذر کرنے میں عافیت محسوس کی۔ یہ بات بھی حیران کن ہے کہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور سے ڈاکٹر عبادت بریلوی اور سیّد وقار عظیم ایسے فکشن پرستوں کے منسلک رہنے کے باوجود جدید ناول، افسانے اور ڈرامے پر کوئی قابلِ ذکر تحقیقی کام نہ کرایا جاسکا۔

یہ ایک تاریخی صداقت ہے کہ سعادت حسن منٹو کی شخصیت اور فن کے متعلق ایم۔اے، ایم۔ فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر لکھے جانے والے اوّلین تحقیقی مقالے ہندوستان کی مختلف جامعات میں لکھے گئے۔ اس ضمن میں سب سے پہلا تحقیقی مقالہ ''منٹو بحیثیت افسانہ نگار'' اجیت کمار بخشی نے معروف منٹو شناس ڈاکٹر شکیل الرحمن کی نگرانی میں ۱۹۶۰ء میں جموں و کشمیر یونیورسٹی، سری نگر سے کیا۔ ٹھیک ایک سال بعد یعنی ۱۹۶۱ء میں نصرت یٰسین نے ''منٹو کے افسانے'' کے عنوان سے سیّد وقار عظیم کی نگرانی میں پنجاب یونیورسٹی، لاہور میں پانچ ابواب پر مشتمل اپنا مقالہ جمع کرا کے دونوں ممالک کی جامعات میں منٹو شناسی کی بنیاد رکھی۔ مذکورہ بالا دونوں مقالہ جات ایم۔اے اُردو کی ڈگری کے حصول کے لیے لکھے گئے۔ دستیاب اعداد و شمار کے مطابق ہندوستان اور پاکستان کی جامعات میں اب تک منٹو شناسی کے باب میں ۱۲، پی ایچ ڈی، دس ایم۔ فل جب کہ ایم۔اے کی سطح پر گیارہ تحقیقی و تنقیدی مقالات لکھے گئے۔

منٹو کی شخصی و فنی تفہیم کے متعلق پی ایچ ڈی کی سطح کا پہلا تحقیقی مقالہ بہ عنوان ''سعادت حسن منٹو۔ حیات اور کارنامے'' برج کرشن ایمہ (برج پریمی) نے پروفیسر حامدی کاشمیری کی نگرانی میں کشمیر یونیورسٹی، سری نگر سے ۱۹۷۶ء میں مکمل کر کے منٹو پر پہلی ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ چھے ابواب پر مشتمل اس مقالے میں برج کرشن ایمہ نے سوانح حیات کے تفصیلی جائزے کے بعد منٹو کے فن کی تمام جہات کا، جن میں افسانہ، مضامین، انشایئے، خاکے، مکتوبات، تراجم، ناول اور ڈراموں کے علاوہ منٹو کی صحافتی زندگی کی تفصیلات بھی پیش کی ہیں۔ پی ایچ ڈی سطح کا دوسرا مقالہ بھی ہندوستان میں چودھری چرن سنگھ یونیورسٹی، میرٹھ میں ہوا۔ ''سعادت حسن منٹو کی کردار نگاری کا تنقیدی جائزہ'' کے عنوان سے یہ مقالہ محمد نعیم نے ڈاکٹر اسلم جمشید پوری

کی نگرانی میں مکمل کیا۔اس کے بعد تیسرا پی ایچ ڈی کی سطح کا مقالہ اشرف الدین نے ''سعادت حسن منٹو کی افسانہ نگاری'' کے عنوان سے مگدھ یونیورسٹی گیا سے ۱۹۸۶ء میں تحریر کیا۔اسی سال رانچی یونیورسٹی سے ''منٹو کے افسانوں کے نسوانی کرداروں کے رویوں کا نفسیاتی مطالعہ'' کے عنوان پر مسرت رحمان نے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ فریدالدین احمد انصاری نے ۱۹۸۷ء میں باباصاحب بھیم راؤ،ایمبیڈکر بہار یونیورسٹی، مظفر پور سے منٹو کی شخصیت اور فن کے عمومی جائزے کی بجائے ''سعادت حسن منٹو کے افسانوں میں کردار نگاری''کا خصوصی مطالعہ کیا۔ اپنے اس مقالے میں انہوں نے بہت تفصیل سے منٹو کے نسوانی اور مرد کرداروں کا جائزہ لیتے ہوئے منٹو کو واحد افسانہ نگار قرار دیا جنہوں نے اُردو افسانے کو درجنوں آفاقی کردار دیے۔ صابر عبداللطیف نے ڈاکٹر غلام دستگیر کی زیرِ نگرانی شیواجی یونیورسٹی کولھاپور سے ''منٹو کے افسانوں میں نفسیاتی وجنسیاتی پہلو'' پر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ہندوستان میں آخری پی ایچ ڈی کی سطح کا مقالہ ''منٹو کی افسانہ نگاری کا تنقیدی مطالعہ'' مہر نگار نے ڈاکٹر محمد حنیف قریشی کی نگرانی میں جواہر لال یونیورسٹی، نئی دہلی سے ۱۹۹۴ء میں مکمل کیا۔ یہ خصوصی مطالعہ جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے سعادت حسن منٹو کے فنِ افسانہ نگاری کا احاطہ کرتا ہے۔

پاکستان کی کسی بھی یونیورسٹی میں منٹو پر سب سے پہلا پی ایچ ڈی کا مقالہ علی ثناء بخاری نے پنجاب یونیورسٹی،لاہور سے ڈاکٹر وحید قریشی کی نگرانی میں ۱۹۸۴ء میں ''سعادت حسن منٹو۔سوانح اور ادبی کارنامے'' کے عنوان سے مکمل کیا۔ برج کرشن ایمہ کی طرح ان کا مقالہ بھی چھے ابواب پر مشتمل ہے اور کم وبیش وہی انداز اختیار کیے ہوئے ہے جو اس سے قبل مذکورہ بالا مقالے کا تھا لیکن برج کرشن ایمہ کے برعکس علی ثناء بخاری کے ہاں تحقیقی پختگی کا عنصر غالب ہے۔ سعادت حسن منٹو کی شخصیت اور فن کے متعلق لکھا جانے والا یہ پہلا مقالہ ہے جس میں تحقیق وتنقید دونوں کا معیار بہت عمدہ ہے۔ پہلا باب جو منٹو کی سوانح حیات سے متعلق ہے، مقالے کا سب سے اہم حصہ ہے جہاں انہوں نے منٹو کے متعلق پائی جانے والی بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا۔ منٹو کی تعلیمی زندگی کے حوالے سے مقالہ نگار نے جو ریکارڈ فراہم کیا ہے وہ یقیناً ستائش کے قابل ہے۔ خصوصاً میٹرک کے امتحان میں منٹو کی چار بار شرکت کو دستاویزات /ریکارڈ سمیت ثابت کیا ہے۔(۱)

منٹو کی سوانح سے متعلق یہ ضخیم باب ۱۶۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ باب دوم 'افسانہ' میں منٹو کے افسانوی مجموعوں کے سنِ اشاعت، پبلشرز اور شامل افسانوں کی مکمل فہرست پر زیادہ توجہ صرف کی گئی ہے۔ یہاں تک کہ مذکورہ کتابوں کے سائز تک بتائے گئے ہیں البتہ تنقیدی پہلو خاصا کمزور ہے۔ مقالے کے اگلے تین ابواب، ڈراما، خاکہ اور مضمون نگاری میں اس کی کمی پر قابو پالیا گیا ہے۔ ضمیمہ جات اپنی نوعیت کے اعتبار سے بہت اہم اور مقالہ نگار کی تحقیق و جستجو کے غماز ہیں۔

پاکستانی جامعات میں اکیسویں صدی کے اوّلین عشرے میں دو مقالہ جات سامنے آئے ہیں۔ پہلا مقالہ محمد ندیم اسلم (روش ندیم) نے ڈاکٹر رشید امجد کی نگرانی میں نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد سے ۲۰۰۶ء میں مکمل کیا۔ محمد ندیم اسلم نے اپنے مقالے ''بیسویں صدی کے سیاسی و سماجی تناظر میں منٹو کے نسوانی کردار'' کو پانچ ابواب میں منقسم کیا ہے۔ باب اوّل ''تاریخی پس منظر'' دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ پانچ ہزار سالہ ہندوستانی ناری جب کہ دوسرے حصے میں بیسویں صدی میں پائے جانے والے تصور عورت کا تفصیل سے جائزہ لیا گیا ہے۔ اس تاریخی، سیاسی، سماجی اور تہذیبی پس منظر کے بعد مقالہ نگار نے دیگر چار ابواب میں منٹو کا شعور اور اس کی عورتیں، منٹو کی عورتوں کا ارتقاء، منٹو کا تصورِ عورت اور منٹو کی عورتیں اور فحاشی و عریانی کا مسئلہ کو موضوعِ بحث بنایا ہے۔

اکیسویں صدی میں منٹو پر دوسرا مقالہ انصار احمد نے ڈاکٹر یونس حسنی کی نگرانی میں جامعہ کراچی کے شعبہ اُردو سے ۲۰۰۹ء میں ''سعادت حسن منٹو اور سماجی حقیقت نگاری (معاصر افسانہ نگاروں کے فنی تناظر میں)'' کے عنوان سے پیش کیا۔ یہ مقالہ سات ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ باب اوّل حقیقت نگاری، باب دوم اُردو نثر میں حقیقت نگاری، باب سوم منٹو کے حالاتِ زندگی، باب چہارم منٹو کا عہد، باب پنجم منٹو کی حقیقت نگاری اور معاصر افسانہ نگار، باب ششم منٹو اور فحاشی، باب ہفتم حقیقت نگاری کے حوالے سے اُردو ادب میں منٹو کا مقام۔ پہلے اور دوسرے باب کو اصولاً ایک ہی باب ہونا چاہیے تھا جب کہ دوسرے اور تیسرے باب کی اوّل تو ضرورت ہی نہیں تھی۔ مقالہ نگار اگر اسے اتنا ہی ضروری سمجھتے تھے تو بھی الگ الگ باب کی گنجائش نہیں نکلتی۔ انصار احمد کے مقالے کو پڑھتے ہوئے اکثر مقامات پر یہ احساس تقویت پکڑتا ہے کہ مقالہ نگار اپنے

موضوع ''سماجی حقیقت نگاری'' کی بجائے سعادت حسن منٹو کی شخصیت اور فن میں موجود تمام خوبیوں کو زیر بحث لے آئے ہیں۔ غیر متعلق مباحث کی بھرمار نے مقالہ نگار کو کنفیوز کیا ہو یا نہ کیا ہو، قاری ضرور پریشان ہو جاتا ہے۔ منٹو کے حالاتِ زندگی اور تصانیف کی مکمل فہرست اور ان تصانیف میں شامل تحریروں کا اشاریہ تکرارِ محض کے سوا کچھ نہیں جب کہ یہ تمام تفصیلات ان سے پہلے برج کرشن ایمہ اور علی ثناء بخاری پہلے ہی اپنے مقالات کا حصہ بنا چکے ہیں۔

''سعادت حسن منٹو کے افسانوی ادب پر موپاساں کے اثرات'' کے عنوان سے ریاض قدیر نے ڈاکٹر عقیلہ شاہین کی سربراہی میں دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاول پور سے ۲۰۱۲ء میں پی ایچ ڈی کا مقالہ پیش کیا۔ پانچ ابواب پر مشتمل اس مقالے کا پہلا باب ''فرانسیسی اور اُردو افسانے کی روایت'' فرانسیسی اور اُردو افسانے کی روایت کی بجائے منٹو اور موپاساں کے حالات اور تخلیقات کے گرد ہی گھومتا دکھائی دیتا ہے۔ دوسرے باب میں منٹو اور موپاساں کے افسانوی ادب کے موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ تیسرے باب ''منٹو پر موپاساں کے اثرات، اشتراک اور اختلافات'' اور چوتھے باب ''منٹو اور موپاساں کے تقابلی مباحث'' کو الگ الگ ابواب میں تقسیم کرنا بھی سمجھ سے بالاتر ہے۔ آخری باب میں دونوں افسانہ نگاروں کا تقابلی مطالعہ مقالہ نگار کے قائم کیے گئے مفروضے کی نفی کرتا ہے۔ منٹو کے افسانوی ادب پر موپاساں کے اثرات کا جائزہ لیتے لیتے مقالہ نگار نے اسلوب، موضوعات اور کردار نگاری کے حوالے سے منٹو کو موپاساں سے بڑا افسانہ نگار قرار دے دیا ہے حالانکہ ان کا مقالہ اس کے متضاد نتائج کا متمنی اور متقاضی تھا۔ منٹو کے حق میں دلائل دینے کے بعد مقالہ نگار یہ نتیجہ نکالتے ہیں:

> ''اگرچہ منٹو اور موپاساں میں مماثلت ضرور ہے لیکن مذکورہ دلائل منٹو کو موپاساں سے کہیں بڑا اور بلند فکر افسانہ نگار ثابت کرتے ہیں۔''**(۲)**

منٹو کے والد کا نام میاں غلام حسین اور منٹو کی تاریخ وفات ۱۸/ اگست ۱۹۴۵ء کے اندراج سے مقالہ نگار کی موضوع مطالعہ سے وابستگی اور دلچسپی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ۳۱۴صفحات پر مشتمل اس مقالے کے ہر صفحے پر سولہ سطور کا مطلب مقالے کی ضخامت میں کم از کم ۶۲ صفحات کے اضافہ کے سوا کچھ نہیں جب کہ بے جا طوالت کا شکار ضرورت سے زیادہ اقتباسات بھی تعجب خیز ہیں۔

پی ایچ ڈی کی سطح کا سب سے آخری مقالہ طاہر عباس (راقم) نے ''اردو میں منٹو شناسی کی روایت'' کے عنوان سے ۲۰۱۸ء میں ڈاکٹر لیاقت علی کی نگرانی میں اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور سے پیش کیا۔ یوں اردو میں سعادت حسن منٹو کی شخصیت اور فن کے مختلف پہلوؤں پر مجموعی اعتبار سے پی ایچ ڈی کی سطح کے ۱۲ مقالہ جات تحریر کیے گئے۔ ان میں سے ۰۷ مقالے ہندوستان کی مختلف جامعات میں جب کہ ۰۵ پاکستان میں تحریر کیے گئے۔

ایم۔ فل کی سطح پر لکھے گئے مقالہ جات کی تعداد ۱۰ ہے۔ جن میں سے ۰۷ ہندوستان میں اور ۰۳ پاکستان میں لکھے گئے۔(۳) ہندوستان میں ۱۹۸۵ء میں ایک ہی سال کے اندر تین ایم فل کے مقالہ جات پیش کیے گئے۔ خورشید زاہد عابدی نے پنجابی یونیورسٹی پٹیالہ سے ''سعادت حسن منٹو کے افسانوں میں کردار نگاری'' کے عنوان سے محمد صدیق الرحمان قدوائی کی نگرانی میں مقالہ لکھا۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی سے غلام احمد ڈار نے ''منٹو، بیدی، کرشن چندر کے افسانوں میں سماجی پس منظر'' کے عنوان کے تحت محمد زمان آزردہ کی نگرانی میں مقالہ مکمل کیا۔ جب کہ تیسرا مقالہ مسرت جہاں نے ''منٹو کی کچھ کہانیوں کے نسوانی کرداروں کا سماجیاتی مطالعہ'' کے عنوان سے ڈاکٹر اسلم پرویز کی نگرانی میں جواہر لال نہرو یونیورسٹی دہلی سے پیش کیا۔ ۱۹۸۹ء میں اسی نہرو یونیورسٹی سے ہی ڈاکٹر نصیر احمد خان کی نگرانی میں فیضان احمد نے ''سعادت حسن منٹو کے افسانوں میں کردار نگاری'' کے عنوان سے مقالہ لکھا۔ محمد لیاقت نے ''منٹو کے شاہکار افسانے (تحقیق و تجزیہ)'' کے عنوان کے تحت پنجابی یونیورسٹی، پٹیالہ سے شیخ زینت اللہ کی نگرانی میں ۱۹۹۱ء میں مقالہ لکھا۔ اس کے بعد ۱۹۹۳ء میں ایک مرتبہ پھر نہرو یونیورسٹی دہلی نے منٹو پر ''منٹو اور عصمت کے یہاں عورت'' کے عنوان سے مقالہ تحریر کرایا جس کے مقالہ نگار ایس پرویز احمد اور نگران ڈاکٹر صدیق الرحمان قدوائی تھے۔ اس کے بعد ''منٹو کی خاکہ نگاری'' کے عنوان پر ڈاکٹر مجید مضمر کی نگرانی میں سید مصطفٰی شاہ نے کشمیر یونیورسٹی سرینگر میں ۲۰۰۴ء میں مقالہ پیش کیا۔

پاکستان میں ایم فل کی سطح کا پہلا مقالہ طاہر عباس (راقم) نے ۲۰۰۵ء میں ''پاکستان میں منٹو شناسی کی روایت'' کے عنوان سے بہاءالدین زکریا یونیورسٹی ملتان سے ڈاکٹر قاضی عابد کی نگرانی میں مکمل کیا۔ اس

کے بعد کامران حسین کاظمی، روبینہ یاسمین نے بالترتیب ''سعادت حسن منٹو بطور مضمون نگار اور خاکہ نگار''اور ''منٹو کے سیاسی شعور کا تحقیقی مطالعہ''کو موضوع بناتے ہوئے اپنے مقالے تحریر کیے۔ پانچ ابواب پر مشتمل کامران حسین کاظمی کا مقالہ احمد جاوید کی نگرانی میں نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز،اسلام آباد سے ۲۰۰۷ء میں جب کہ روبینہ یاسمین نے ڈاکٹر علی ثناء بخاری کے زیر نگرانی علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی،اسلام آباد سے ۲۰۱۰ء میں اپنے مقالے کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ مقالہ نگاروں نے اپنے اپنے موضوعات کے ساتھ خوب انصاف کیا۔ان کے یہ مقالے منٹو شناسی کے باب میں اچھا اضافہ ہیں۔

اسے اتفاق سمجھیے یا منٹو شناسی کے باب میں وژن کا فرق کہ ہندوستان اور پاکستان کی جامعاتی تحقیق کے تینوں مدارج یعنی ایم۔اے، ایم۔ فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر کی جانے والی تحقیق کی شروعات ہمیشہ ہندوستان کی جامعات نے کیں۔ پی ایچ ڈی اور ایم۔ فل کی سطح پر سب سے پہلا مقالہ اجیت کمار بخشی نے ۱۹۶۰ء میں ''منٹو بحیثیت افسانہ نگار'' کے موضوع پر جموں و کشمیر یونیورسٹی سے معروف منٹو شناس ڈاکٹر شکیل الرحمن کی نگرانی میں مکمل کیا جب کہ پاکستان سے اس موضوع پر ''منٹو کے افسانے'' کے عنوان سے نصرت یٰسین نے ۱۹۶۱ء میں ایک سال بعد سیّد وقار عظیم کی نگرانی میں پنجاب یونیورسٹی، لاہور سے تحریر کیا۔ ہندوستانی جامعات میں ایم اے کی سطح کی مقالہ جات تک رسائی ممکن نہیں ہو پائی، لہٰذا ان اوّلین مقالہ جات کے بعد پاکستانی جامعات میں لکھے گئے مقالہ جات کی فہرست زمانی ترتیب سے دی جارہی ہے:

۱۹۷۲ء فرحت وشیر،''منٹو، غلام عباس اور احمد ندیم قاسمی کے افسانوں میں حقیقت نگاری''،پنجاب یونیورسٹی لاہور، نگران: سجاد باقر رضوی

۱۹۷۳ء توصیف اختر، ''منٹو کے افسانوں میں معاشرتی مسائل''،پنجاب یونیورسٹی لاہور، نگران: سجاد باقر رضوی

۱۹۷۴ء زاہد رحیم زاہد،''سعادت حسن منٹو کے افسانوں کے چند اہم کردار''،پنجاب یونیورسٹی لاہور، نگران: ڈاکٹر سہیل احمد خان

۱۹۷۹ء سید علم دار حسین بخاری، ''سعادت حسن منٹو، شخصیت اور فن''،ملتان یونیورسٹی ملتان، نگران: انوار احمد

۱۹۹۰ء نبیلہ عصمت، ''منٹو اور غلام عباس کے فنی وسائل کا تقابل''، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی ملتان، نگران: علمدار حسین بخاری

۱۹۹۱ء عمارہ شمشاد، ''اُردو کے تین خاکہ نگار: شاہد احمد دہلوی، سعادت حسن منٹو، عبدالسلام خورشید''، اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور، نگران: ڈاکٹر روشن آراراؤ

۱۹۹۳ء رضا احمد، ''سعادت حسن منٹو اور عصمت چغتائی کے افسانوں کے موضوعات کا تقابلی جائزہ''، ایف سی کالج لاہور، نگران: شبیہ الحسن

۲۰۰۴ء روبینہ گلزار احمد، ''منٹو اور روس کا افسانوی ادب''، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد، نگران: پروفیسر اشفاق بخاری

۲۰۰۵ء محمد نوید، ''منٹو شناسی کی روایت کا تنقیدی و تحقیقی جائزہ''، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور، نگران: اصغر ندیم سید

منٹو کی شخصیت پر لکھے گئے ان مقالہ جات کے مطالعہ کے بعد یہ نتیجہ بآسانی نکالا جاسکتا ہے کہ اُردو کے اس عظیم افسانہ نگار کے متعلق جامعاتی سطح پر کی جانے والی تحقیق و تنقید مکمل معنی میں منٹو کی شخصیت اور فن کا احاطہ نہیں کر پائی۔ ڈاکٹر برج کیش ایمہ اور ڈاکٹر علی ثناء بخاری کے مقالوں کو اس اعتبار سے ضرور فضیلت حاصل ہے کہ دونوں نے مجموعی اعتبار سے منٹو کی شخصیت اور فن کے تمام پہلوؤں کو سمیٹنے کی کوشش کی۔ ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے حصول کے لیے لکھے گئے ان کے علاوہ دیگر مقالہ نگاروں نے منٹو کی شخصیت اور فن کے تمام پہلوؤں کی بجائے فن کے جن تخصیصی گوشوں کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا۔ اُن میں منٹو کی افسانہ نگاری، کردار نگاری، نسوانی کردار اور حقیقت نگاری شامل ہیں۔ یقیناً منٹو کے فن کے ابھی بہت سے پہلو جامعاتی تحقیق و تنقید کے متقاضی ہیں۔ مثلاً منٹو کے ڈرامے، فلم نگاری، مکتوب نویسی، صحافتی زندگی اور تراجم نگاری پر سنجیدگی سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ایم۔ فل کے لیے لکھے گئے مقالہ جات بھی انہی موضوعات کے گرد گھومتے دکھائی دیتے ہیں البتہ طاہرہ اقبال، روبینہ اشرف اور کامران حسین کاظمی نے منٹو کے اسلوب، سیاسی تصورات اور مضمون و خاکہ نگاری کو پہلی مرتبہ خصوصی مطالعے کا موضوع بنایا۔ ایم۔اے کی سطح پر سوائے دو ایک کے

دیگر تمام مقالہ جات ناقص تحقیق اور بودی تنقید کا نمونہ ہیں۔ بیشتر محققین نے دیگر مقالوں، رسائل اور مضامین سے صفحات جوں کے توں نقل کر دیئے ہیں۔ تحقیقی طور پر بھی ان میں بہت سی اغلاط ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ مقالہ جات ادنیٰ قسم کی ناکام طالب علمانہ کوششیں ہیں جنہوں نے منٹو کے باب میں تفہیم کی بجائے بہت سی غلط فہمیوں کو جنم دیا ہے۔ بے ڈھنگے اسلوب اور کتابت کی اغلاط سے بھرپور ایک اقتباس دیکھیے:

> ''اس مقالے میں انہوں نے برج پریمی کے پی ایچ ڈی کے مقالے پر تنقیدی نظر ڈالی ہے اور ان کی تحقیق و تنقید کے مطابق یہ ایک صحافتی مقالہ ہے اور اس کا تمام مواد انہوں نے نقوش (منٹو پر) ابو سعید قریشی، اسد اللہ، ممتاز شیریں کے مضامین اور کرشن چندر وغیرہ کے مضامین سے اُٹھایا ہے اور اس طرح منٹو افسانوں، خاکوں یا حقوق کی صحیح جامع انداز میں تقسیم بھی نہیں کر سکتے۔ نہ انہوں نے تنقیدی بصیرت سے کام لے کر منٹو کا کوئی نیا پہلو سامنے نہ لا سکے ہیں۔''(۴)

مجموعی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ منٹو شناسی کے باب میں ابھی ہماری جامعات پر بہت سا قرض واجب الادا ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ علی ثناء بخاری، سعادت حسن منٹو۔ سوانح اور ادبی کارنامے، (تحقیقی مقالہ پی ایچ ڈی)، (لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۸۴ء)، ص۱۷۔

۲۔ ریاض قدیر، سعادت حسن منٹو کے افسانوں پر موپاساں کے اثرات، (تحقیقی مقالہ پی ایچ ڈی)، (بہاول پور: دی اسلامیہ یونیورسٹی، ۲۰۱۲ء)، ص۳۰۶۔

۳۔ یہ اعداد و شمار دستیاب یا معلوم مقالہ جات پر مبنی ہیں۔

۴۔ محمد نوید، منٹو شناسی کی روایت کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، (مقالہ ایم۔اے)، (لاہور: جی سی یونیورسٹی، ۲۰۰۵ء)، ص۱۱۰۔

مآخذات:

۱۔ اجیت کمار بخشی، منٹو بحیثیت افسانہ نگار (ایم۔اے)، (سری نگر: جموں و کشمیر یونیورسٹی)، ۱۹۴۰ء۔

۲۔ نصرت یٰسین،منٹو کے افسانے،(ایم۔اے)،(لاہور: پنجاب یونیورسٹی)۱۹۶۱ء۔

۳۔ فرحت وثیر،منٹو، غلام عباس اور احمد ندیم قاسمی کے افسانوں میں حقیقت نگاری''، (ایم۔اے)،(لاہور: پنجاب یونیورسٹی)۱۹۷۲ء۔

۴۔ توصیف اختر،منٹو کے افسانوں میں معاشرتی مسائل،(لاہور: پنجاب یونیورسٹی)۱۹۷۳ء

۵۔ برج کیش ایمہ، سعادت حسن منٹو۔ حیات اور کارنامے،(سری نگر: کشمیر یونیورسٹی) ۱۹۷۶ء۔

۶۔ زاہد رحیم، سعادت حسن منٹو کے چند اہم کردار،(پی ایچ ڈی)،(لاہور: پنجاب یونیورسٹی)۱۹۷۴ء۔

۷۔ علم دار حسین بخاری، سیّد،سعادت حسن منٹو، شخصیت اور فن(ایم۔اے)، (ملتان: یونیورسٹی)،۱۹۷۹ء۔

۸۔ علی ثناء بخاری، سعادت حسن منٹو،سوانح اور ادبی کارنامے،(پی ایچ ڈی)،(لاہور: پنجاب یونیورسٹی)۱۹۸۴ء۔

۹۔ نبیلہ عصمت،منٹو اور غلام عباس کے فنی وسائل کا تقابل،(ایم۔اے)،(ملتان: بہاء الدین زکریا یونیورسٹی)۱۹۹۰ء۔

۱۰۔ رضا احمد، سعادت حسن منٹو اور عصمت چغتائی کے افسانوں کے موضوعات کا تقابلی جائزہ،(ایم۔اے)،(لاہور: ایف سی کالج) ۱۹۹۳ء۔

۱۱۔ روبینہ گلزار احمد،منٹو اور اس کا افسانوی ادب،(ایم۔اے)،(فیصل آباد: جی سی یونیورسٹی)، ۲۰۰۴ء۔

۱۲۔ محمد نوید،منٹو شناسی کی روایت کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ،(ایم۔اے)،(فیصل آباد: جی سی یونیورسٹی) ۲۰۰۵ء۔

۱۳۔ محمد ندیم اسلم، بیسویں صدی کے سیاسی و سماجی حوالے سے منٹو کے افسانوں میں عورت کا کردار (پی ایچ ڈی)،(اسلام آباد: نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز) ۲۰۰۷ء۔

۱۴۔ کامران حسین کاظمی،سعادت حسن منٹو بطور مضمون نگار اور خاکہ نگار،(ایم۔ فل)،(اسلام آباد: نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز)۲۰۰۸ء۔

۱۵۔ انصار احمد،سعادت حسن منٹو اور سماجی حقیقت نگاری (معاصر افسانہ نگاروں کے فنی تناظر میں(پی ایچ ڈی)،(کراچی: جامعہ کراچی)۲۰۰۹ء۔

۱۶۔ روبینہ یاسمین،منٹو کے سیاسی شعور کا تحقیقی مطالعہ،(اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی)۲۰۱۰ء۔

۱۷۔ ریاض قدیر،سعادت حسن منٹو کے افسانوی ادب پر موپاساں کے اثرات،(پی ایچ ڈی)،(بہاول پور: دی اسلامیہ یونیورسٹی)۲۰۱۲ء۔